قرآنِ حکیم کی روشنی میں

شانِ صحابیت کے تقاضے

تحریر: مفکرِ اسلام مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ

اِس نکتے کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قرآنِ حکیم جب صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوبیوں کو بیان کرتا ہے ان کے مرتبہ ومقام کی رفعتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے اور انہیں اللہ کی رضا اور خوشنودی کا مژدۂ جاں فزا سُنا تا ہے **تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ یہ فضائل ومحامد نزولِ قرآن کے وقت تو بلاشبہ ان میں پائے جاتے تھے لیکن جونہی دولت واقتدار کی چمک دمک نے ان کی نظروں کو خیرہ کیا۔ اور غنائم کی کثرت نے ان کو لبھایا۔ یہ خدانخواستہ ثابت قدم نہ رہ سکے اور بالآخر اس استحقاق سے محروم ہو گئے۔ کیونکہ قرآنِ حکیم نے ان فضائل کو صرف تاریخ کے ایک مرحلے کی شکل میں پیش نہیں کیا بلکہ بطورِ اٹل دلیل اور برہان کے پیش کیا ہے** اور بتلایا ہے کہ نظامِ حیات اگر صحیح ہو اور اس نظامِ حیات کو پیش کرنے والا اخلاق وسیرت کے اعتبار سے اُونچا اور بلند ہو۔ اور اس کی آواز دعوت میں یہ تاثیر ہو کہ دل کی گہرائیوں میں اُتر کر انسانی ضمیر کو جھنجوڑ سکے اور قلب میں رُشد وہدایت کی مشعلیں روشن کر سکے تو اس کے نتیجے میں جو لوگ پیدا ہوں گے اور جو معاشرہ تشکیل پذیر ہوگا اس میں لامحالہ ان خوبیوں کا انعکاس ہوگا۔

قرآنِ حکیم دراصل اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہے کہ دعوت اور نتائج دعوت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر دعوت صحیح ہے، زمین سازگار ہے اور آبیاری کی تمام تر کوششیں درست ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ بیج تناور نخل کی صورت اختیار نہ کرے۔ ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا﴾ [ابراھیم: ۲۵] ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال کیونکر بیان فرمائی ہے وہ ایسی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط ہے یعنی زمین کو پکڑے ہوئے ہے اور شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں یہ اللہ کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا اور میوے دیتا ہے۔''

بقیہ صفحہ نمبر 45 پر